''دِینی مدارِس''
اِسلام اور پاکستان کے تحفظ کی ضمانت

شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب دامت برکاتہم العالیہ
قائم مقام صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

''رجب ۱۴۲۶ھ میں صحیح بخاری شریف کی آخری حدیث کے درس کے موقع پر قائم مقام صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزّاق اِسکندر صاحب دامت برکاتہم نے طلبہ سے ایک اہم اور خصوصی خطاب فرمایا، اِفادۂ عام کی غرض سے ہدیۂ قارئین ہے۔''

الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلاۃ والسلام علی سیّد الانبیاء والمرسلین وعلی الہ وصحبہ اجمعین ومن تبعھم باحسان الی یوم الدین، اما بعد!

نیک اولاد اور طلباء دین......ایک صدقہ جاریہ:

اللہ تعالیٰ کے ہاں اعمال ضائع نہیں ہوتے، جیسا کہ حدیث میں آپ نے پڑھا ہے کہ انسان دنیا سے چلا جاتا ہے تو اس کے اعمال بھی ختم ہو جاتے ہیں، سوائے تین اعمال کے، ان میں ایک یہ بھی ہے کہ ''ولد صالح یدعو لہ'' یعنی نیک صالح بیٹا جو اپنے والدین کے لیے دعا کرے، اس کے نیک صالح بیٹے کی دعا اور اس کے نیک اعمال کا اجر برابر ان کے مرحوم والدین کو پہنچتا رہتا ہے، تو وہ طلباء جن کے والدین یا ان میں سے ایک زندہ ہیں، آج ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور ان کے لیے خوشی کا دن ہے اور جو طلباء اس نعمت سے محروم ہو چکے ہیں، اللہ کی ذات سے امید ہے کہ ان کے والدین کی روحیں آج خوش ہو رہی ہوں گی کہ میرے بیٹے نے آج علم کا ایک مرحلہ پورا کر لیا ہے۔

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ سے میں نے ایک واقعہ سنا کہ ایک شخص بیمار تھا، جب مرنے لگا تو اس نے وصیت کی: اس وقت اس کی بیوی حاملہ تھی: اس نے کہا جب یہ بچہ پیدا ہو اور اس قابل ہو جائے کہ مکتب میں پڑھ سکے تو اس کو مکتب میں لے جا کے قرآن سے اس کی تعلیم کا سلسلہ شروع کرانا، وہ آدمی یہ وصیت کر کے فوت ہو گیا اور اس کے بعد اس کا بچہ پیدا ہوا، جب وہ بچہ بڑا ہوا اور قابل ہو گیا کہ اس کو لے جا کر مکتب میں بٹھایا جائے تو اس وقت کسی اللہ کے بندے نے کشف کی حالت میں دیکھا کہ اس مرنے والے کو قبر میں عذاب ہو رہا ہے، ادھر اس کی بیوی اس کی وصیت کے مطابق بچہ کو مکتب میں لے گئی اور جا کر قاری صاحب کے سامنے اس کو بٹھایا، قاری صاحب نے اس کو پڑھانا شروع کیا: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ جب بچہ نے بسم اللہ پڑھی تو وہی بزرگ جن کو کشف ہوا، انہوں نے دوبارہ دیکھا کہ اس کا والد جس کو قبر میں تکلیف ہو رہی تھی، اس کے بارے میں کہا گیا کہ ان کے عذاب کو ختم کر دو، یعنی اس کے بچہ کے بسم اللہ پڑھنے کی وجہ سے ان کے عذاب کو ختم کر دو...... تو بھائی! جن کے والدین دنیا سے جا چکے ہیں ان شاء اللہ آج ان کی روحیں بھی خوش ہو رہی ہوں گی۔

میں یہ بھی کہتا ہوں کہ جس طرح فارغ التحصیل طلباء کے والدین آج خوشی محسوس کر رہے ہیں، اسی طرح آج آپ کے اساتذہ کی بھی آنکھیں ٹھنڈی ہو رہی ہیں، ان کی محنت آج ان کے سامنے آ رہی ہے، اتنا عرصہ آپ کے اساتذہ نے محنت کی، آج وہ آپ کو دیکھ رہے ہیں کہ آپ آخری حدیث کا درس لے رہے ہیں۔

جس طرح یہ طلباء اپنے والدین کے لیے صدقہ جاریہ ہیں، اسی طرح میں اپنے ان بھائیوں سے کہنا چاہتا ہوں جنہوں نے علماء سے اپنا تعلق جوڑا ہوا ہے، جنہوں نے ان مدارس کی (جو آج دشمنوں کی آنکھوں کا کانٹا بنے ہوئے ہیں) خدمت کی، یہ طلباء آپ کے لیے بھی صدقہ جاریہ ہیں۔

یہ احادیث اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین محض زبان سے کہنے کے نہیں ہوتے، بلکہ وحی کے ذریعہ اللہ پاک اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھاتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو سکھایا کہ زندگی کس طرح گزارنی ہے۔

ہمارے بزرگ اور اساتذہ فارغ ہونے والے طلباء سے فرمایا کرتے ہیں کہ آج تک تمہاری حیثیت اس بچہ کی تھی جو چلنا سیکھتا ہے، اس کا باپ یا کوئی بڑا اس کی انگلی پکڑ کر اس کو چلاتا ہے، کیوں کہ بچے کو سہارے کی ضرورت ہوتی ہے...... ابھی تک آپ بچے تھے، آپ کو ان کتابوں کے سمجھنے کے لیے، دین کو سمجھنے کے لیے استاذ کی ضرورت تھی، اب آپ اس مرحلہ تک پہنچ چکے ہیں کہ اب آپ کو استاذ کے بغیر خود چلنا ہے، اب آپ کو خود مطالعہ کرنا ہے، ان کتابوں کے ساتھ ایسا تعلق جوڑیے کہ بس آپ اور کتاب لازم وملزوم ہوں، کتاب آپ کا اوڑھنا بچھونا ہو، مطالعہ

آپ کا اوڑھنا بچھونا ہو، تو ان شاء اللہ پھر آپ دیکھیں گے کہ اللہ کی طرف سے آپ کے فہم اور تفقہ کے کتنے دروازے کھلتے ہیں...... جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

"وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا." (۱)

ترجمہ: "اور جنہوں نے محنت کی ہمارے واسطے ہم سمجھا دیں گے ان کو اپنی راہیں۔"

علم دوست کے لیے کامیابی کا وعدہ:

اسی طرح میں اپنے ان بزرگوں اور مہمانوں کا بھی شکریہ ادا کروں گا جن کا تعلق ان مدارس سے ہے، چاہے وہ تعاون کی صورت میں ہو، چاہے وہ محبت کی شکل میں ہو، آپ سب شکریہ کے مستحق اور قابل مبارک ہیں، کیوں کہ آپ سب وہ کام کر رہے ہیں جس کا حکم خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے، حدیث آپ نے سنی ہوگی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ليس منامن لم يرحم صغيرنا ولم يوقر كبيرنا و من لم يعرف لعالمنا حقه." (۲)

ترجمہ: "جو شخص چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا، بڑوں کی قدر نہیں کرتا، ہمارے علماء کی قدر نہیں کرتا، وہ ہم میں سے نہیں ہے۔"

ایک اور روایت میں فرمایا:

"كن عالما أومتعلما أومحبا أو متبعا ولا تكن الخامس فتهلك." (۳)

ترجمہ: "عالم بنو، یا علماء سے سیکھنے والے بنو، یا ان دونوں سے محبت کرنے والے بنو، یا ان کی اتباع کرنے والے بنو پانچویں قسم نہ بننا، ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔"

یا تو انسان خود عالم ہو یا علم حاصل کرے اور اگر علم حاصل کرنے کا موقع نہیں ہے تو بھائی ان سے محبت کرو، یہ کامیابی کا راستہ ہے۔

میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ دین کے معاملے میں قدم قدم پر ہم علماء کے محتاج ہیں یا نہیں؟ جس طرح قدم قدم پر ہم ڈاکٹر اور دوسرے پیشوں سے منسلک حضرات کے محتاج ہیں، اسی طرح دین کے معاملے میں ہم علماء کے بھی محتاج ہیں، کوئی آج کہہ سکتا ہے کہ ہمیں ڈاکٹروں کی ضرورت نہیں؟ ایسا کہنے والا انسان برے طریقے سے مرے گا، اس لیے کہ بیماریاں تو انسان کو لگی رہتی ہیں، تو میرے بزرگو اور بھائیو! آپ کی محنت جو آپ نے ان مدارس کے ساتھ تعاون کی صورت میں کی ہے، وہ آج آپ کے سامنے ہے، تین سو چالیس کے

قریب، یہ وہ طلباء ہیں جو آج علماء بن گئے ہیں اور سو کے قریب طالبات ہیں، جنہوں نے علم دین حاصل کیا اور آج وہ طالبات بھی عالمہ بن گئی ہیں۔

تعلیم نسواں کے سلسلے میں خدمات علماء:

کہا جاتا ہے کہ جی! علماء تعلیم نسواں کے خلاف ہیں، یہ بہتان علماء پر باندھا جاتا ہے، علماء نے عورتوں کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کرنے کے لیے کتنا اہتمام کیا ہے، پاکستان کے ہر شہر میں جگہ جگہ بنات کے مدرسے بنائے گئے ہیں، جہاں ماشاء اللہ طالبات کو تعلیم دی جاتی ہے، تو آج آپ کے اس اِدارہ سے بھی جہاں یہ طلباء فارغ التحصیل ہو رہے ہیں، وہاں طالبات بھی فارغ ہو رہی ہیں اور میں ان طالبات کو بھی مبارک باد دیتا ہوں۔

طالبات اور ان کے والدین کی ذمہ داریاں:

ان سے بھی یہی کہتا ہوں اور نصیحت کرتا ہوں کہ آپ کو اللہ نے یہ علم کی نعمت دی ہے، آپ اس علم سے اپنے تعلق کو باقی رکھیں، اس علم کو خوب سمجھیں، خود عمل کریں اور اپنے گھروں میں عمل کرانے کی کوشش کریں، تاکہ آپ کے گھر والے یہی سمجھیں کہ یہ بچی تو ہمارے لیے رحمت بن کر آئی ہے، ہم تو اندھیروں میں تھے، اس نے آکر علم کے ذریعہ روشنی دی ہے، آپ کے اخلاق اور اعمال ایسے ہوں کہ آپ کے عمل کو دیکھ کر دوسروں کو رشک آئے، ان کو ہدایت ملے اور مزید یہ کہ گھر کی ذمہ داریوں کو بھی اپنے لیے فریضہ سمجھیں، علم سے تعلق کا یہ معنی نہیں کہ آپ گھر کا کام کاج چھوڑ دیں کہ میں عالمہ بن گئی ہوں، نہیں! بلکہ ماں باپ کی خدمت، بہن بھائیوں کی خدمت، شادی کے بعد شوہر اور اسی طرح ساس سسر وغیرہ کی خدمت یہ بھی آپ کی اخلاقی ذمہ داریوں میں شامل ہونا چاہیے۔

فارغ التحصیل ہونے والے طلباء ہوں یا طالبات، ہر ایک یہی چاہتا ہے کہ مجھے کسی نہ کسی جامعہ یا مدرسہ میں تدریس کا موقعہ ملے، ہر ایک کو حسب منشا موقع ملنا شاید مشکل ہو اس لیے کہ اتنے مواقع کہاں مل سکتے ہیں؟ طالبات کو چاہیے کہ کم از کم اپنے گھروں کے اندر محلے کے چھوٹے بچوں اور بچیوں کو قرآن پڑھانا شروع کردیں، ان کو دین کی موٹی موٹی باتیں سکھانا شروع کردیں، ان شاء اللہ اس سے اللہ پاک آپ کے لیے مزید راستے کھولے گا، علم دین کا حاصل ہونا اور اس سے تعلق رکھنا بہت بڑی نعمت ہے۔

ان فارغ التحصیل طالبات کے والدین کا بھی یہ فرض ہے کہ وہ بھی اس کا خیال رکھیں، یہ نہ ہو کہ آپ ان کو گھر کی ماسیاں بنادیں اور چوبیس گھنٹے باورچی خانہ اور صفائی میں مصروف رہیں، بلکہ ان کو تھوڑا وقت دیجیے تاکہ وہ کچھ

مطالعہ بھی کریں، کچھ پڑھیں بھی اور آپ کی خدمت بھی کریں، دونوں کام ساتھ ساتھ ہونے چاہئیں، ایسا نہ ہو کہ ہمارے کسی غلط تصرف کی وجہ سے دوسرے لوگ دین سے بدظن ہوں یا مدرسوں کو بدنام کریں۔عزیز طالبات! اس علم کو آپ اپنے خاندان کے لیے رحمت کا ذریعہ بنائیں، فتنہ اور انتشار کا ذریعہ نہ بنائیں، حکمت اور مصلحت، معاشرتی اور اخلاقی اقدار کا بھرپور پاس رکھیں۔

علماء امت کا احسانِ عظیم:

خلاصہ یہ ہے کہ ہمارے علماء اِتنا بڑا کام کررہے ہیں، ہم حکومت سے ایک پیسہ نہیں لیتے، سارا کام اللہ پاک اُپنے نیک بندوں کے ذریعے چلا رہا ہے مگر اِس کے باوجود دین دُشمن ہمارے پیچھے پڑے ہوئے ہیں، حقارت کی نظر سے ان علماء کو دیکھتے ہیں اور ان کو برا بھلا کہا جاتا ہے، اور غلط پروپیگنڈا کیا جاتا ہے۔ مجھے تو حیرانی ہوتی ہے کہ بجائے اس کے کہ یہ لوگ ان علماء کا شکریہ اَدا کریں کہ جو کام تمہیں کرنا چاہیے تھا، مفت میں وہ کام یہ علماء کررہے ہیں۔حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے ایک فرمان جاری کیا تھا کہ:

”اے علماء اور محدثین! اس علم کو پڑھاؤ، ایسا نہ ہو کہ پڑھنا پڑھانا ختم ہوجائے اور یہ علم دین ضائع ہوجائے۔“

ایک تو مسلمانوں کے وہ خلیفہ تھے جن کو اس علم کی فکر تھی کہ اس علم کو پڑھاؤ اور ایک آج ہمارے حکمران ہیں، ان کو یہ فکر لگی ہوئی ہے کہ ان مدارس کو بند کرو، بند نہیں کرسکتے تو خراب کردو، اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے۔

دینی مدارس اور دنیوی کالجوں میں فرق:

میں آپ سے کہتا ہوں کہ آپ کسی یونی ورسٹی، کسی کالج یا کسی اسکول کے فنکشن میں چلے جائیں، آپ اس فنکشن کا منظر دیکھیں اور آج اس منظر کو بھی دیکھیں، اللہ کے دین پڑھنے والوں کے چہروں کو دیکھیں کہ جن کے چہروں پر نور بس رہا ہے، ان کو دیکھیں جو شب و روز محنت کرتے ہیں، جن کے پاس کھیل کا وقت نہیں ہے، جن کے پاس تفریح کا وقت نہیں ہے، آپ رات گیارہ بجے آئیں، ان کو محنت کرتا ہوا دیکھیں گے، یہ وہ ہیں جو رات کو اللہ کے سامنے کھڑے ہوکر گڑگڑاتے ہیں، روتے ہیں، یہ وہ ہیں جو اپنے استاذوں کی جوتیاں اٹھانا اپنے لیے سعادت سمجھتے ہیں، اِن کا مقابلہ آپ اُن سے کرتے ہیں جو اپنے استاذوں کو قتل کرتے ہیں، ان کو زخمی کرتے ہیں، کس قدر لائق افسوس ہے۔

ہمارے ہاں محبت کی تعلیم دی جاتی ہے۔”اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ“ کا نمونہ آپ کو یہاں نظر آئے گا، جا کر

دیکھیں۔ ایک ہی کمرے میں مختلف صوبوں کے، مختلف زبانوں کے طلباء رہتے ہیں اور شیر وشکر ہوکر رہتے ہیں، ہمارے ہاں کوئی پارٹی بازی نہیں ہے، کسی زبان کی، کسی صوبائیت کی تفریق نہیں۔

ہمیں الزام دیا جاتا ہے کہ مدارس میں ہم تعصب کا سبق دیتے ہیں، نہیں! تعصب تمہارے ہاں ہے، تمہارے کالجوں کے اندر مختلف لسانی تنظیمیں ہیں، صوبائی تنظیمیں ہیں، آئے دن جھگڑے، لڑائیاں ہوتی ہیں اور میتیں اٹھتی ہیں، تمہیں یہ سب کچھ نظر نہیں آتا، الٹا ہمیں کہتے ہو کہ ہم تعصب کا سبق دیتے ہیں، یہاں تو اخوتِ اِسلامی کی تعلیم دی جاتی ہے کہ دوسری اقوام کے ساتھ ہمیں رواداری، محبت اور ایمان واکرام کے ساتھ رہنا ہے۔ میں ایک مثال دیا کرتا ہوں، سورۃ البقرۃ کے آخری رکوع میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ط كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ."(۴)

ترجمہ: "مان لیا رسول نے جو کچھ اُترا اُس پر اُس کے رب کی طرف سے اور مسلمانوں نے بھی، سب نے مانا اللہ کو اور اس کے فرشتوں کو اور اس کی کتابوں کو اور اس کے رسولوں کو، کہتے ہیں کہ ہم جدا نہیں کرتے کسی کو اس کے پیغمبروں میں سے۔"

دینِ اسلام اور ادیانِ سابقہ میں تعصب پسند کون؟:

یہ مدارس تعلیم دیتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تک ہر پیغمبر پر ایمان لانا ضروری ہے، ایک پیغمبر کا انکار سب پیغمبروں کا انکار ہے، اور نہ صرف یہ کہ ان انبیاء پر ایمان، بلکہ احترام اور محبت کا حکم ہے، ہم تمام انبیاء علیہم السلام سے محبت کرتے ہیں۔

اس کے مقابلے میں دوسرے مذاہب والے ایک پیغمبر پر ایمان لاتے ہیں، باقی سب کا انکار کرتے ہیں اور صرف انکار نہیں، بلکہ ان کی بے ادبی اور گستاخی بھی کرتے ہیں، یہودی صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مانتے ہیں، باقی سب انبیاء کا انکار کرتے ہیں، بلکہ برے برے القاب دیتے ہیں، عیسائی صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مانتے ہیں، باقی سب کا انکار کرتے ہیں۔

اسلام احترام سکھاتا ہے، ہم کسی پیغمبر کا نام لیتے ہیں تو اُن کے نام کے ساتھ کہتے ہیں "علیہ السلام" حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام، آپ بتائیں کون متعصب ہے؟

ان مدارس کے بارے میں یہ کہنا کہ یہ تعصب کا درس دیتے ہیں، یہ فرقہ واریت کا درس دیتے ہیں، کہاں کا

انصاف ہے؟ فرقہ واریت تو تمہارے ہاں ہے کہ یہ فلاں زبان کا ہے، یہ فلاں صوبہ کا ہے اور اس پر لڑائیاں ہوتی ہیں، کبھی تم نے سنا کہ یہاں بھی لڑائیاں ہوتی ہیں؟ ہمارے یہ بچے اپنے اساتذہ کی جوتیاں اٹھانے کو فخر سمجھتے ہیں، کیا تمہارے ہاں بھی ایسا ہو رہا ہے، ذرا مقابلہ کرو۔

میں تمہیں چیلنج کرتا ہوں کہ ان کا مقابل لاؤ! اللہ کے بندو! تمہیں تو ان علماء کا شکریہ ادا کرنا چاہیے، جو کام تمہیں کرنا چاہیے تھا، وہ یہ کر رہے ہیں اور اپنی طرف سے جو سہولتیں ہوسکتی تھیں، وہ انہیں دیتے، بجائے شکر ادا کرنے کے تم دوسروں کے آلہ کار بن کر ان کے خلاف جھوٹے پروپیگنڈے کر رہے ہو۔

مدارس اور اہل علم کے خلاف پروپیگنڈے اور سازشیں:

مدارس کے بارے میں ایک بڑا پروپیگنڈا یہ کیا جاتا ہے کہ یہاں دہشت گردی ہو رہی ہے، آج تک یہ ظالم دہشت گردی کی تعریف تک نہیں کر سکے کہ دہشت گردی ہے کیا؟ لیکن ایک ہوّا کھڑا کر دیا گیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہودی اور عیسائی دینِ اسلام کے دشمن ہیں، دین کو ختم کرنا چاہتے ہیں اور مدارس کے خلاف اس لیے پروپیگنڈا کر رہے ہیں کہ یہ مدارس ہدایت کے سرچشمے ہیں، یہاں سے ہدایت پھیلتی ہے، یہاں سے روشنی پھیلتی ہے، اگر یہ مدارس نہ ہوں تو یہاں سے دین ختم ہو جائے گا، مسلمان ختم ہو جائیں گے، دین کی بقا مدارس سے ہے اور مدارس سے علماء پیدا ہوتے ہیں، اور ان علماء کے ذریعے قرآن وحدیث سے آگاہی ہوتی ہے، یہ دیکھو! میرے سامنے بخاری شریف رکھی ہوئی ہے، اگر میں اٹھ جاؤں تو کیا یہ خود بولے گی؟ اگر قرآنِ کریم کو اپنے سامنے رکھ لو تو کیا وہ خود بولے گا؟ تلاوت کرے گا؟ نہیں ہرگز نہیں! تو بھائی قرآنِ کریم پڑھنے کے لیے قرآن کا حافظ چاہیے، قرآنِ کریم بیان کرنے کے لیے قرآن کا عالم چاہیے، قرآن کو سمجھنے کے لیے حدیث، تفسیر، فقہ کا عالم چاہیے، اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلم بنا کر بھیجا، اسی وجہ سے ان ظالموں نے سازشیں کیں، ان کا بس چلتا تو یہ مدارس پر تالے لگا دیتے، وہ نہیں ہوا تو پھر علماء کے قتل کی سازش شروع ہوگئی، کتنے علماء قتل ہوئے اور خاص طور پر اس ادارے کے ایسے ایسے علماء شہید کیے گئے جن میں ایک ایک عالم ہزاروں پر بھاری تھا، ان کو تو اللہ نے اونچے درجے دیے ہیں اور ان ظالموں نے اُن کی دنیا خراب کی لیکن انہوں نے ان کی آخرت خراب کر دی۔

اسی طرح دوسری سازش یہ ہوئی کہ ان مدارس کے خلاف پروپیگنڈا کیا گیا کہ یہاں دہشت گردی ہوتی ہے، یہاں یہ ہوتا ہے، وہ ہوتا ہے، آپ دیکھ رہے ہیں کہ یہ دہشت گرد بیٹھے ہوئے ہیں، آپ بتائیں یہ قَالَ اللّٰہُ وَقَالَ الرَّسُوْل پڑھنا پڑھانا دہشت گردی ہے اور یہ طلباء کیا دہشت گرد ہیں؟

پھر ایک سازش یہ ہوئی اور مسلسل ہو رہی ہے کہ تم ان مدارس کے نصابِ تعلیم میں تبدیلیاں کردو، میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ غیر عالم کو کس نے حق دیا ہے کہ وہ آکر علماء کو مشورہ دے کہ تم یہ بھی کرلو؟ یہ بھی کرلو؟ یہ تو نبوت کا علم ہے، وحی کا علم ہے، اس کے لیے وہ علماء جو اس فن کو جانتے ہیں، وہی اس کا نصاب بنائیں گے اور وہ نصاب بنائیں گے جس کو مفید سمجھیں گے۔

دینی نظامِ تعلیم مرتب کرنے کا حق صرف علماء کو حاصل ہے:

ہمارے ہاں مدارس کے نظام و نصابِ تعلیم کے لیے تنظیمیں قائم ہیں۔ ہمارے ہاں نصاب کے لیے ایک مستقل کمیٹی ہے جو اس نصاب میں اصلاح کرتی ہے، اس میں کمی وبیشی ہوتی رہتی ہے، میں خود اس کا ممبر ہوں، تو آپ بتائیے ایک جاہل جس کو سورۃ فاتحہ صحیح پڑھنی نہیں آتی، وہ آکر ہمیں کہتا ہے کہ یہ بڑھادو، یہ بڑھادو_ میں آپ سے پوچھتا ہوں آپ جاکر میڈیکل کالج میں وہاں کے پرنسپل سے کہو، پرنسپل صاحب! آپ اس کالج میں انجینئرنگ کے مضمون کیوں نہیں رکھتے؟ آپ لاء (قانون) کے مضمون کیوں نہیں رکھتے؟ آپ سائنس کے مضامین کیوں نہیں رکھتے؟ اگر وہ کوئی بڑی شخصیت ہے تو بڑے ادب سے کہے گا کہ حضرت! ہم نے یہ میڈیکل کالج اس لیے بنایا ہے کہ یہاں اچھے ڈاکٹر پیدا کریں اور اچھے ڈاکٹر پیدا کرنے کے لیے جو نصاب ہوگا، وہی ہم رکھیں گے، ہم نے یہ میڈیکل کالج اس لیے نہیں بنایا کہ ہم آپ کو سائنس دان دیں، علماء دیں یا انجینئر دیں_ اور اگر کوئی عام آدمی جاکر پرنسپل کو کہے تو وہ کہے گا کہ اس کو پاگل خانہ لے جاؤ_ اب تم بتاؤ، دین کے معاملے میں یہ ہمیں کہتے ہیں کہ اس میں سائنس بھی رکھو، اس میں فلاں بھی رکھو، فلاں بھی رکھو، بھائی! ہم نے تو یہ مدرسے اس لیے کھولے ہیں تاکہ ان میں علوم نبوی کے حامل علماء پیدا ہوں، اس لیے نہیں کہ یہاں سے اکاؤنٹینٹ یا انجینئر وغیرہ پیدا ہوں_ پھر یہ کتنی جاہلانہ اور غلط مثال دی جاتی ہے کہ یہاں سے جو نکلے، اس کو بینکوں میں نوکری مل جائے (نَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِکَ) کتنی بے شرمی اور بے عقلی کی بات ہے، کیا کوئی طالب علم سولہ سال دینی تعلیم اس لیے پڑھتا ہے کہ وہ حرام کی نوکری جاکر کرے؟ پھر یہ علم ہی اس لیے تو حاصل نہیں کرتے کہ ہم نوکریاں کریں گے، علم حاصل کرنے والا تو اس لیے یہ علم حاصل کرتا ہے کہ وہ خود بھی عمل کرے اور دوسروں سے عمل کرائے اور امت کی رہنمائی کرے، یہ ہے اصل کام!۔

اسلامی دور کے علم دوست مسلم حکمران:

ہمارے اسلامی دور میں جب بغداد میں بڑے بڑے مدرسے تھے، وہاں کے حکمران خود بھی بڑے علماء ہوتے

تھے، وہ اپنا فرض سمجھتے تھے کہ اس دین کو پڑھائیں۔ اس دور کے ایک حکمران نے ایک رات حلیہ بدل کر چکر لگایا کہ دیکھیں طلباء کیا پڑھ رہے ہیں؟ اب وہ چکر لگا رہا ہے اور ہر طالب علم کے پاس جا کر پوچھتا ہے کیوں پڑھ رہے ہو؟۔ کوئی کہتا ہے کہ میں بڑا قاضی بنوں گا۔ کوئی کہتا ہے کہ جج بنوں گا۔ کسی نے کہا کہ میں خطیب بنوں گا۔ حالاں کہ انہوں نے ان مناصب کا نام لیا جو دینی منصب ہیں، اب یہ بے چارہ دل میں سوچتا ہے کہ بھائی! ایسے مدرسہ کو تو بند کرنا چاہیے، ان کا مقصد تو خالص دنیا ہے، تنخواہیں ہے، وہ حکمران بددل ہوگیا، نکلتے نکلتے دیکھا کہ ایک صوفی سا طالب علم بیٹھا پڑھ رہا ہے، اس نے سوچا کہ چلو بھائی اس سے بھی پوچھ لو۔ اس کے پاس جا کر کہا کہ السلام علیکم! بھائی! آپ کیا پڑھ رہے ہیں؟ کیوں پڑھ رہے ہیں؟۔ طالب علم نے پہلے سلام کا جواب دیا اور پھر کہا کہ جناب اس لیے پڑھ رہا ہوں کہ ہم اللہ کے بندے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے احکام نازل کیے ہیں، اپنی کتاب اور سنت رسول اللہ کی صورت میں، میں یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ میرے ذمے اللہ نے کیا فرائض عائد کیے ہیں، تاکہ میں ان کو بجالاؤں اور کن چیزوں سے مجھے روکا ہے، ان چیزوں سے میں رک جاؤں، اس لیے پڑھتا ہوں۔ وہ حاکم ایک دم چونکا اور اس کی ساری رائے بدل گئی، اس نے کہا کہ جس ادارے میں اس جیسا ایک طالب علم بھی ہے، اس ادارے کو بند نہیں کرنا چاہیے، دیکھیے! اُس دور کے مسلمان حکمران تو دینی مناصب کی غرض سے پڑھنے پر بھی خوش نہیں ہو رہے اور آج ہمیں کہا جا رہا ہے کہ یہاں سے طلباء نکلیں اور بینک میں ملازمت کریں (نَعُوْذُ بِاللّٰہِ) کوئی سمجھ کی بات کرو۔

قرآن وحدیث کی تفسیر وتشریح کا حق صرف علماء کو حاصل ہے:

ہمارے بعض لوگ جن کو اسلام کے بارے میں معلوماتِ عامہ (جنرل نالج) کے بارے میں کچھ شد بد ہے، وہ بھی مسلمانوں کو غلط مشورے دیتے ہیں—ایک کالم نویس نے لکھا کہ ''قرآن خود سمجھو'' سننے میں یہ بڑے میٹھے اور اچھے کلمات ہیں لیکن یہ زہر سے بھرے ہوئے ہیں، میں آپ کو صرف ایک جملے سے اس کا جواب دیتا ہوں، آپ خود سمجھ جائیں گے اگر یہی کالم نویس یہ لکھے کہ ڈاکٹروں نے علاج کا ٹھیکہ نہیں لیا، مسلمانو! میڈیکل کی تعلیم خود حاصل کرو، خود پڑھو، خود سمجھو، خود علاج کرو— تو جو حکم آپ اس کے بارے میں لگائیں گے، اس سے زیادہ بدتر حکم اس کے بارے میں لگائیں جو یہ کہتا ہے کہ قرآن کو خود پڑھو، خود سمجھو، خود عمل کرو۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن کی زبان عربی، وہ تو قرآنِ کریم خود سمجھ نہیں سکتے، خود نہیں پڑھ سکتے اور خود عمل نہیں کر سکتے اور ان کے لیے تو معلم کی ضرورت ہے اور معلم بھی وہ جو اللہ کی طرف سے مقرر کیا جاتا ہے، جس پر وحی آتی ہے، وہ تو معلم کے محتاج ہیں اور آج کا یہ جاہل کہتا ہے کہ نہیں خود پڑھو اور خود سمجھو۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں

حدیث میں آتا ہے کہ:

"ضلوا فاضلوا."(۵)

یعنی خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔

اس کا ایک نمونہ میں آپ کو بتلاتا ہوں کہ ہر مسلمان جس نے حج اور عمرہ کیا ہے — اللہ تعالیٰ سب کو اپنے گھر لے جائے اور دکھائے، آپ جانتے ہیں کہ بیت اللہ کے ساتھ ہی مقام ابراہیم ہے، جہاں آپ طواف کر کے دو رکعت نماز پڑھتے ہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے سے لے کر وہ پتھر وہاں رکھا ہوا ہے اور روایات میں ہے کہ یہ پتھر جنت سے لایا گیا تھا اور جس کے اندر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کے نشان پیوست ہیں، یہ ان کا معجزہ تھا، اللہ نے ان نشانات کو باقی رکھا، قرآن نے کہا:

"وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى."(٦)

(یہاں دو رکعت نماز پڑھا کرو) جو حاجی بھی وہاں جاتا ہے، طواف کے بعد دو رکعت نماز مقام ابراہیم پر ادا کرتا ہے۔ لیکن ایک بد بخت کہتا ہے کہ مسلمان، پوری امت اور علماء جو مقامِ ابراہیم کا مفہوم سمجھے ہیں، وہ غلط ہے وہ مقامِ ابراہیم نہیں ہے۔ اسی کو کہتے ہیں "ضلوا فاضلوا" نماز میں بھی تاویلیں کرتے ہیں اور دوسرے احکام میں بھی تاویلیں۔ بھائی جس طرح آپ کسی جعلی حکیم یا جعلی ڈاکٹر کے پاس کبھی نہیں جاتے، آپ پوچھتے ہیں کہ بھائی کون اسپیشلسٹ ہے؟ کہاں کا پڑھا ہوا ہے تو اسی طرح دین کے معاملے میں بھی آپ کو یہ پرکھ لینا چاہیے کہ کون دین کا صحیح عالم اور ترجمان ہے۔

سند وفاق مساوی ڈبل ایم اے ہے:

میں عرض کر رہا تھا کہ ہمارا ایک بورڈ ہے جس کا نام وفاق المدارس ہے اور ان طلباء کا امتحان وہی وفاق لیتا ہے، جو کامیاب ہوتا ہے وہ اسے ڈگری دیتا ہے، ۱۹۸۲ء میں آپ کی پارلیمنٹ نے یہ طے کیا کہ مدرسوں کی یہ ڈگری ڈبل ایم اے ہے — ڈبل ایم اے یعنی عربی کے اندر بھی اور اسلامیات کے اندر بھی — تو اس تعلیم کو آپ حضرات معمولی نہ سمجھیں۔

محسنوں کی ناقدری یہودی طریقہ ہے:

ان مدارس سے چوں کہ دین پھیلتا ہے، روشنی پھیلتی ہے، اس لیے یہ أعداءِ إسلام کی آنکھوں میں کانٹا بنے

ہوئے ہیں، اور ان کے خلاف پروپیگنڈہ ہو رہا ہے اور ان کے خلاف سازشیں ہو رہی ہیں۔

ہمیں اَفسوس تو اس پر ہے کہ ہمارے حکمران بھی ان کے آلہ کار بنے ہوئے ہیں، یہ اپنی عقل سے کام نہیں لیتے، حالاں کہ ان کو چاہیے تھا کہ یہ شکریہ ادا کرتے کہ علماء ہمارے محسن ہیں۔

یاد رکھیے! اپنے محسنوں کو اِیذا دینا، اپنے محسنوں کی بے قدری کرنا، یہ یہودی ذہن ہے، یہودیوں کے بارے میں قرآن کہتا ہے:

"وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّيَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ يَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ."(۷)

ترجمہ: "اور قتل کرتے ہیں انبیاء کو ناحق اور قتل کرتے ہیں ان کو جو حکم کرتے ہیں انصاف کرنے کا لوگوں میں سے۔"

یعنی انہوں نے اپنے انبیاء کو قتل کیا اور جو ان کو اچھے کاموں کی طرف دعوت دیتے تھے ان کو قتل کیا۔

اور ہم ہر نماز میں اللہ سے یہ دعا مانگتے ہیں اور کہتے ہیں:

"اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ. صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ
غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ."(۸)

ترجمہ: "بتلا ہم کو راہ سیدھی، راہ ان لوگوں کی جن پر تو نے فضل فرمایا، نہ ان لوگوں کی جن پر تیرا غصہ ہوا اور نہ ان لوگوں کی جو گمراہ ہوئے۔"

ہم انبیاء کا راستہ مانگتے ہیں اور مغضوب اور ضالین کی راہ (سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں، ان سے) ہم پناہ چاہتے ہیں۔

اِدھر ہمارا معاملہ یہ ہے کہ ہم ان کے راستے پر چل رہے ہیں، یہ کون سی عقل مندی کی بات ہے؟ ہمیں تو چاہیے تھا کہ "قوت نیکی نداری بدمکن" اگر اچھا کام نہیں کر سکتے تو برائی نہ کرو اور حدیث میں ہے، ان طلباء سے پوچھ لو اسی بخاری شریف میں ہے کہ ان طلباء کو "ضیوف الاسلام" کہا جاتا تھا یعنی اسلام کے مہمان، بھائی آپ کے گھر میں کوئی مہمان آجائے تو آپ کتنی عزت کرتے ہیں؟ اگر خدانخواستہ کوئی اس کی بے عزتی کرے، آپ اس کو اپنی بے عزتی سمجھتے ہیں کہ نہیں؟ تو یہ اللہ کے مہمان ہیں ان کو گالیاں دینا، برا بھلا کہنا اس کا انجام دیکھ لو پھر کیا ہوگا؟ اللہ کے مہمان، اسلام کے مہمان، اللہ کو اگر اپنے مہمانوں کی توہین کی بنا پر غصہ آگیا تو تمہارا کیا حشر ہوگا، خود سوچ لو!۔

مدارس کی اصل اور بنیاد مسجد نبوی کا ’’صفہ‘‘ ہے:

اگر یہ علماء نہ ہوتے تو یہ پاکستان بھی نہ بنتا، استعمار کے آنے کے بعد اس پورے خطہ میں دین کو کس نے زندہ رکھا؟ انہیں علماء نے، انہیں مدرسوں نے، انہیں مساجد نے، مسجد ہمارا مرکز ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لے آئے، یہی مسجد ہماری عبادت گاہ تھی، یہی ہماری یونی ورسٹی تھی، یہی ہمارا محکمہ تھا، اسلام ظاہری ٹیپ ٹاپ کو نہیں دیکھتا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا انتظام نہیں کیا کہ مدینے میں بڑی بڑی بلڈنگیں ہوں اور یونی ورسٹیاں ہوں، تب پڑھیں گے اور پڑھائیں گے، نہیں_ بلکہ اسی مسجد سے دینی تعلیم کا سلسلہ شروع کر دیا، آج بھی ’’صفہ‘‘ کا چبوترہ اس مدرسہ کی یادگار موجود ہے، اللہ ہم سب کو لے جائے، اپنی آنکھوں سے دیکھو یہ وہ صفہ ہے جہاں مسلمان بچے قرآن پڑھتے تھے، دین سیکھتے تھے جن طلباء میں ایک ممتاز طالب علم حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ ہیں اور یہ خلفاء راشدینؓ اسی مدرسے کے شاگرد ہیں۔

زمانۂ نبوت سے اَعداءِ اِسلام کی طلباءِ دِین سے دُشمنی:

میں آپ کو بتاؤں اس وقت بھی دین کے دشمنوں نے ان کے خلاف پروپیگنڈہ کیا اور ان کو برا بھلا کہا قرآنِ کریم میں ہے، اس وقت کے منافقین اور دین دشمنوں نے کہا:

’’لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ.‘‘(۹)

ترجمہ: ’’البتہ اگر ہم پھر گئے مدینہ کو تو نکال دے گا جس کا زور ہے وہاں سے کمزور لوگوں کو۔‘‘

منافقین نے مسلمان طلباء کو گالیاں دیں اور رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی نے نعرہ لگایا؟۔

’’لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا.‘‘ (۱۰)

ترجمہ: ’’مت خرچ کرو ان پر جو پاس رہتے ہیں رسول اللہ کے یہاں تک کہ متفرق ہو جائیں۔‘‘

یعنی یہ جو طلباء آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شاگرد ہیں ان پر خرچ مت کرو، آج کی اصطلاح میں ان کو چندہ مت دو تاکہ وہ بھاگ جائیں، اس ظالم کو کیا پتا کہ یہ بھاگنے والے لوگ نہیں ہیں اور قرآن نے اس کا جواب دیا:

’’وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ.‘‘(۱۱)

ترجمہ: ’’اور اللہ کے ہیں خزانے آسمانوں اور زمین کے لیکن منافقین نہیں سمجھتے‘‘۔

یہ سمجھتے ہیں کہ اگر ہم نے ہاتھ کھینچ لیے تو یہ لوگ بھاگ جائیں گے، یہ بھاگنے والے لوگ نہیں ہیں۔ وہی ابو

ہریرہؓ پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے بعض دفعہ بھوک سے گر جاتے ہیں، لوگ سمجھتے ہیں مرگی کا دورہ پڑ رہا ہے—فرماتے ''ماکان الا الجوع ''مرگی کا دورہ نہیں تھا، وہ تو بھوک تھی، لیکن اللہ نے ان کو کہاں سے کھاں پہنچایا، بجائے اس کے کہ آپ ان اللہ کے مہمانوں کا شکریہ ادا کریں، آپ ان کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔

اُمت کے ہر فرد کو ہر لمحہ علماء کرام کی رہنمائی کی ضرورت ہے:

اور پھر اس کے نصاب کو خراب کرنے کے لیے کہا جاتا ہے کہ ہم چاہتے ہیں کہ مدارس کے طلباء عوامی رد میں آجائیں—میں حیران ہوتا ہوں ان کی عقلوں پر! کیوں کہ عالم وہ ہے جو چوبیس گھنٹے اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ زندگی گزارتا ہے، آپ سے پوچھتا ہوں آپ پانچ وقت کے نمازی ہیں، آپ مسجد میں آتے ہیں یا نہیں؟ پانچ وقت آپ کا عالم سے رابطہ ہوتا ہے یا نہیں؟ جمعہ اور عیدین میں آپ آتے ہیں، بچہ پیدا ہوتا ہے تو آپ بھاگتے ہیں کہ جی مولانا صاحب! ذرا بچے کے کان میں اذان دے دیجیے اور کوئی اچھا سا نام رکھیں، بچہ ذرا بڑا ہوتا ہے، آپ کہتے ہیں کہ مولوی صاحب! اس کی بسم اللہ کرا دیجیے، جوان ہوا اس کا اب نکاح پڑھا دیجیے اور خدانخواستہ کوئی اللہ کو پیارا ہو گیا اس کا جنازہ پڑھا دیجیے۔ کون سا مرحلہ ہے کہ عوام کا علماء سے رابطہ نہیں ہے؟ یعنی اس طرح غلط طریقے سے پیش کیا جاتا ہے جیسے عوام کسی اور دنیا میں رہتے ہیں اور علماء کسی اور دنیا میں۔ حالاں کہ تم دوسری دنیا میں رہتے ہو، چھ چھ مہینے تم شکل نہیں دکھاتے، کبھی ٹی وی پر آکر شکل دکھا دیتے ہو، تمہیں چاہیے کہ تم عوام کے ساتھ آؤ، ان کے ساتھ پانچ وقت نمازیں پڑھو، ان کے ساتھ ملو، ان کے حالات معلوم کرو، عوامی دھارے کا مطلب کیا ہے؟ عوامی دھارے کے کیا یہی معنی ہیں کہ اِدھر نماز کا وقت ہوا، اُدھر امام صاحب بیوی کے ساتھ کسی کلب میں بیٹھا ہوا ہو؟ تلاش کرو، جی امام کہاں چلا گیا؟ یہ ہے اُن کے ہاں عوامی دھارے کا مطلب (نَعُوْذُ بِاللّٰہ) یہ لوگ شیطانی راستوں میں لے جانا چاہتے ہیں، بھائی! یہ مسجدیں، یہ مدرسے اُمت کے دین کی بقاء کا ذریعہ ہیں اور یاد رکھیے! اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ ہم نے اس دین کو اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے—تم ہزار کوششیں کرو، اعداء اسلام بھی ہزار کوششیں کریں، ان شاء اللہ اس دین کو مٹا نہیں سکتے۔

مدارس اور اہل مدارس کا محافظ اللہ ہے:

یہ اللہ وہی ہے جس نے بیت اللہ کی حفاظت کی، آج بھی اس کی وہی طاقت ہے اس سے ڈرو، بڑے بڑے فرعونوں کو اللہ نے سزا دی ہے، فرعون جو خدائی کا دعویٰ کرتا تھا، جب سمندر میں غوطے کھا رہا تھا، تو اس وقت وہ بھی کہہ

رہا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے رب پر ایمان لایا۔ اس لئے میں کہتا ہوں دین اللہ کی طرف سے ہے اور "ان لھذا الدین ربا یحمیہ" اس دین کا بھی ایک رب ہے جس نے اس کو اتارا اور وعدہ کیا کہ وانا لہ لحافظون ہم اس کی حفاظت کریں گے۔

دین کی حفاظت قیامت تک ایک جماعت حقہ کرتی رہے گی:

اس دین کی حفاظت دین والوں سے ہے، ان شاء اللہ جب تک یہ دنیا قائم ہے، یہ دین بھی قائم رہے گا، علماء قائم رہیں گے۔ دنیا کہیں سے کہیں چلی جائے، اللہ کی ایک جماعت اس دین کو سنبھالے رکھے گی اور وہ ہر قسم کی قربانیاں دے گی، آپ یہ نہ سمجھیں کہ یہ دنیا کی کوئی مادی چیزیں ہیں کہ ذرا سی کوئی تکلیف ہوئی تو یہ علماء بھاگ جائیں گے، یہ اللہ کے وہ نیک بندے ہیں، جنہوں نے اللہ سے وعدہ کیا ہے کہ دین کے لیے ہم جییں گے، دین کے لیے مریں گے، اسی کے لیے سب کچھ ہوگا، آپ دیکھ رہے ہیں کہ دین کی اشاعت کو علماء اپنا فرض سمجھتے ہیں، وہ اسباب کی طرف نہیں دیکھتے، جہاں جگہ مل گئی، دین کا کام شروع کر دیا۔

جامعہ بنوری ٹاؤن کے اِبتدائی ابتلاء وآزمائش کے حالات:

میں اپنے طلباء سے کہہ رہا ہوں جس ادارے سے آج آپ پڑھ چکے ہیں اور اس مرحلے تک پہنچے ہیں، یہ بڑی بڑی بلڈنگیں ماشاء اللہ یہ سب کچھ آپ دیکھ رہے ہیں، اس کی ابتداء اِس مسجد سے ہوئی ہے، جب اِسی مسجد کا پلستر بھی نہیں ہوا تھا، اس میں تپائیاں بھی نہیں تھیں، پنکھے بھی نہیں تھے، ایک استاذ وہاں بیٹھ رہا ہے، ایک اُس کونے میں بیٹھ رہا ہے، ایک اِس کونے میں بیٹھ رہا ہے، انہیں اوائل طلباء میں سے جنہوں نے اس کھردری زمین پر بیٹھ کر تعلیم حاصل کی ہے، ایک آپ کے سامنے بیٹھا ہے۔

ادارہ چلانا، یہ کوئی پھولوں کی سیج نہیں، آدمی کو ہر قسم کی تکلیفوں کے لیے، اللہ کے دین کی خدمت کے لیے ہر وقت تیار رہنا چاہیے، ان شاء اللہ! آپ دیکھیں گے تھوڑی سی تکلیف آئے گی، لیکن جب بندہ صبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ مدد فرماتے ہیں۔

حضرت بنوریؒ نے اساتذہ کے لیے اعلان فرما دیا تھا کہ پیسہ آئے گا تو تنخواہ دیں گے، نہیں آئے گا تو جس کو پڑھانا ہے، پڑھائے، ورنہ چلا جائے حضرتؒ کے ساتھ ان کے دو مخلص دوست حضرت مولانا عبدالحق نافعؒ اور حضرت مولانا لطف اللہؒ جہانگیرہ والے تھے، ایک کمرہ میں تین استاذ رہتے تھے اور اس وقت صرف دو کمرے بنے تھے، اساتذہ بھی ایسے کہ ہمیں ملے نہ ملے مگر ہمیں پڑھانا ہے، تو ایک دن حضرت بنوریؒ فرماتے ہیں کہ میں اٹھا، مولانا

لطف اللہ صاحب سے کہا کہ حضرت! آج میں نے خواب دیکھا ہے کہ کچھ پیسے آئیں گے،فکر نہ کریں، چوں کہ آپس میں بے تکلف تھے،مولانا لطف اللہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہاں! بلی کوخواب میں چھیچھڑے ہی نظر آتے ہیں، وہاں کونے میں حضرت بنوریؒ درس دیتے تھے،تو ایک حاجی صاحب تشریف لائے، اللہ تعالیٰ اُن کو جنت میں اُونچا درجہ دے، آج بھی اُن کا مسکراتا ہوا نورانی چہرہ، خوب صورت سفید داڑھی میرے سامنے ہے، نیکی ہمیشہ کام آتی ہے،اُن کے وزنِ اَعمال میں یہ سب چیزیں آئیں گی اور آج وہ بھی خوش ہورہے ہوں گے اور کہہ رہے ہوں گے: یا اللہ! جو میں نے آگے بھیجا تھا، وہ سب میرے سامنے آرہا ہے: حدیث میں آتا ہے کہ:

”یقول العبد مالی مالی، وان ماله من ماله ثلاث: ماأكل فأفنى أو لبس فأبلى أو أعطى فأقتنى. وما سوى ذلك فهو ذاهب وتاركه للناس.“(۱۲)

یعنی ”انسان کہتا ہے میرا مال، میرا مال نہیں بھائی، یہ تیرا نہیں ہے، یہ تیرے ورثاء کا ہے، تیرا تو وہ ہے جو تو نے کھایا،ختم ہوگیا اور جو تو نے پہنا، بوسیدہ ہوگیا اور جو اللہ کی راہ میں خرچ کیا، وہ آگے جمع ہوگیا۔“

آج اُن کے سامنے وہ سارا آ گیا ہوگا اور خوش ہوگئے ہوں گے،تو وہ حاجی صاحب ہاتھ میں تھیلا لیا ہوا آ کر حضرت سے پوچھتے ہیں کہ مولانا! میں نے سنا ہے کہ زکوٰۃ کا مال تنخواہوں میں دینا جائز نہیں ہے حضرت بنوریؒ نے فرمایا کہ: جی ہاں! مسئلہ یہی ہے، کیا آپ اپنے ملازمین کو زکوٰۃ سے تنخواہیں دیتے ہیں؟ حاجی صاحب نے کہا کہ نہیں! غیر زکوٰۃ سے، جب انہوں نے یہ بات سنی تو کہا کہ یہ لیجیے، یہ زکوٰۃ نہیں ہے، وہ تھیلا آپ کو دے کر چلے گئے، حضرت جب کمرہ میں گئے تو مولانا سے فرمانے لگے کہ یہ چھیچھڑے آگئے ہیں، کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے بزرگوں نے یوں کام شروع کیا ہے، ہمارا دین، حدیث اور وحی ہمیں یہی سکھاتی ہے کہ ہم ہر مسلمان کے خیر خواہ بنیں، عام لوگ ہوں، والدین ہوں، عزیز واقارب ہوں، حتیٰ کہ حکمران ہوں۔

علم دُشمن کے لیے ہلاکت کی وعید:

میں اپنے حکمرانوں سے کہتا ہوں، خدا کے لیے اپنی آخرت خراب مت کرو، اگر تم کامیابی چاہتے ہو تو دین اور اہل دین سے محبت کرو۔ تم اگر بجائے محبت کے ان طلباء کے دشمن بن گئے تو پھر ہلاکت کا راستہ کھلا ہوا ہے، یہ اللہ کے مہمان ہیں، جو اللہ کے مہمانوں کو چھیڑے گا اور اس پر آہیں نکل گئیں تو پھر اپنے انجام کی فکر کرو! خدا کے لیے کچھ سوچو۔

نعمت پاکستان کی قدر دانی اور حفاظت صرف تعمیل اِسلام سے ممکن ہے:

پاکستان اللہ نے ہمیں ایک نعمت کے طور پر دیا ہے، ہم جب چھوٹے چھوٹے تھے، سنتے تھے،''پاکستان کا مطلب کیا؟ لآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہ''تو''لآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہ'' کی برکت تھی کہ پاکستان بنا، اب اس کا شکر یہ ہے کہ دین کو مضبوطی سے پکڑو۔

ہمارے شیخ ومربی اور اُستاذِ محترم حضرت علامہ محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ اسی منبر پر بیٹھ کر اس وقت کے حکام سے (اُس وقت مشرقی پاکستان ساتھ تھا) فرمایا کرتے تھے کہ سیاست کا تقاضا بھی یہی ہے کہ تم دین کو مضبوطی سے پکڑو، اس لیے کہ ان دوٹکروں کو ملانے والی سوائے اسلام کے اور کیا چیز ہے؟ ظاہری طور پر مشرقی پاکستان اتنا دور اور درمیان میں دشمن ہے، دونوں کی زبان اور ثقافت اور ہر چیز مختلف ہے، اگر کوئی ملانے والی چیز ہے تو وہ ایمان کا رشتہ ہے، یہ رشتہ جتنا مضبوط ہوگا، اتنا ہم مضبوط ہوں گے۔

میں تو کہتا ہوں کہ یہ بچا ہوا پاکستان — اس کو بھی ملانے والی جو چیز ہے وہ صرف اور صرف ایمان واسلام ہے، اگر کامیابی اور بقا چاہتے ہو تو اسلام کو مضبوطی سے پکڑو، اللہ کی نافرمانیوں سے بچو اور ناشکری مت کرو۔

مغربی تہذیب سے اہل مغرب کی بے زاری:

ہمیں تعجب ہوتا ہے کہ ہر بات میں ہم مغرب کی اندھی تقلید کرتے ہیں، کیا اس میں کامیابی ہے؟ کیا اس میں ترقی ہے؟ کہ آپ کھیل کود میں اور اچھلنے کودنے میں لگ جائیں کیا یہی ترقی ہے؟ آپ کے پاس اخلاقی قدریں ہوں، ایمانی قدریں ہوں، روحانی قدریں ہوں، یہ ہے ترقی — اپنی قوم اور خود اپنے اندر یہ قدریں پیدا کرو، اُونچے اخلاق خود بھی اپناؤ اور اپنی قوم کو بھی اسی پر لگاؤ، یہ بچکانہ کھیل کود اور یہ گانا بجانا، میراثی، نائی یہ ترقی کی علامتیں نہیں ہیں، ہم سے زیادہ وہ لوگ اس کے اندر آ گے ہیں، لیکن جو قوم اور طبقہ وہاں پر بھی، گانے بجانے، کھیل کود میں لگا ہوا ہے، وہ ان کے لیے وبالِ جان بنا ہوا ہے۔ پچھلے دنوں میں ایک مضمون پڑھ رہا تھا، وہاں کے ایک کالم نویس لکھتے ہیں کہ:

''ان کو شوٹ کر کے ختم کردو، یہ گندی نسل ہے، ہمارے لیے وبال بنی ہوئی ہے۔''

افسوس کہ ہم چاہتے ہیں وہ گندگی یہاں بھی شروع کردیں، قرآن کریم نے بنی اسرائیل کو یہ یاد دلایا ہے کہ اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو کہ فرعون کی غلامی سے تمہیں نجات دلائی، فرعون تمہارے بچوں کو ذبح کرتا تھا، تمہاری بیٹیوں کو زندہ چھوڑتا تھا، تمہاری بڑی آزمائش تھی، اللہ کا شکر ادا کرو، اللہ نے ہمیں بھی آزادی دی، ہم

استعمار کے غلام تھے، اللہ نے ہمیں آزادی دی، آزادی کا تقاضا یہ ہے کہ ہمارے قومی دن کی ابتداء شکر سے ہو، دو رکعت نماز پڑھ کر شکر ادا کرو، اللہ کا شکر ادا کرو، لیکن آج ہم آنکھیں بند کر کے اس یورپ کی گندی تہذیب کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں، جب نیا سال شروع ہوتا ہے، رات کے بارہ بجے وہی ناچ گانا، ناچ گانا، یہ کون سی ترقی ہے، خدا سے ڈرو، کہیں خدا کا عذاب نہ آجائے، تمہاری وجہ سے پوری قوم پر عذاب آئے گا، اللہ نہ کرے، اس میں کون سی اونچائی والی بات ہے۔

ایک حاکم کی صحیح سوچ اور فکر کیا ہو؟:

ایک حاکم کا بہت اُونچا دماغ ہونا چاہیے، وہ حاکم اُمت کے بارے میں سوچے، اُس کے اخلاق اَچھے ہوں، اُس کے اَعمال اَچھے ہوں، آج پورا ملک بدامنی میں گھرا ہوا ہے، نہ کسی کی جان محفوظ ہے، نہ مال محفوظ، نہ عزت محفوظ، تم حکومت کرنے میں ناکام ہو چکے ہو، قوم کی جان، مال، عزت و آبرو کی تمہیں کوئی فکر نہیں ہے، فکر ہے تو اس بات کی کہ تم پتنگ اُڑاؤ، ناچو، گاؤ، اس سے تم ترقی کرو گے؟ ایک مسلمان حاکم کی سوچ کتنی اُونچی ہوتی ہے، اس پر ایک مثال دے کر بات ختم کرتا ہوں:

غالباً ہارون رشید کا واقعہ ہے، پوری اِسلامی دُنیا کا حکمران، اُن کے دربار میں ایک شخص آتا ہے، کہتا ہے، اُمیر المؤمنین! ایک کرتب جانتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ وہ کرتب آپ کے سامنے آپ کو دِکھاؤں، وہ کرتب یہ ہے کہ میرے پاس ایک سو سوئیاں ہیں، ایک سوئی کو زور سے زمین پر میں یوں پٹختا ہوں، وہ کھڑی ہو جاتی ہے، دُوسری کو مارتا ہوں اُس کے سوراخ میں چلی جاتی ہے، تیسری اُس کے سوراخ میں، اِسی طرح کرتے کرتے سو کی سو سوئیاں، ایک دُوسرے کے سوراخ میں چلی جاتی ہیں اور سوئیوں کا اِس طرح ایک درخت بن جاتا ہے، دیکھا جائے تو واقعی یہ بڑی مہارت کی بات ہے، اُمیر المؤمنین نے اِعلان کیا کہ ایک سو دِینار اِسے اِنعام دِیا جائے، وہ آدمی بڑا خوش ہوا کہ میری قدر ہوئی ہے، تھوڑی دیر کے بعد دُوسرا اِعلان کیا کہ اِس کو ایک سو دُرّے بھی لگاؤ، وہ شور کرنے لگا، رونے لگا اور کہنے لگا کہ اُمیر المؤمنین! میں نے کیا قصور کیا؟ اُمیر المؤمنین نے جواب دِیا کہ اِنعام تو اِس لیے دِیا کہ وَاقعی تو نے اِس میں محنت کی ہے، لیکن سو کوڑے اِس لیے لگوائے کہ تیری اِس ساری محنت سے اُمت کو کیا فائدہ؟ بے کار اور فضول کام میں محنت اور وَقت کو ضائع کیا؟ _ یہ تھی ایک حکمران کی سوچ _ کہ تمہارِی اِس محنت سے اُمت کو کیا فائدہ پہنچا، تو نے اَپنی محنت ضائع کی۔

میں آپ سے پوچھتا ہوں، تمہارِی اِن پتنگ بازیوں سے اُمت کو کیا فائدہ پہنچا؟ بیسیوں لوگوں کو پتنگ با...

کے ذریعہ تم نے ہلاک کیا، سینکڑوں کو زخمی کیا، بے حیائی اور زیادہ پھیلی اور پتہ نہیں دُنیا جہاں کے اور کیا کیا خرافات ہوتے ہیں؟ کیا یہ ترقی ہے؟ اور یہ سوچ ہے حکمرانوں کی؟ پتنگ بازی تو بچوں کا کام ہے، حدیث میں ہے:

"لزوال الدنيا أهون عند الله من قتل رجل مسلم."(۱۳)

"دنیا و مافیہا تباہ ہو جائے، اللہ کے ہاں اتنا نقصان والی بات نہیں ہے جتنا کہ ایک مسلمان شخص کے قتل ہو جانے کا نقصان ہے۔"

بیسیوں پتنگ بازی میں مرتے ہیں، اللہ تعالیٰ عقل سلیم عطا فرمائے، اللہ محفوظ فرمائے۔

حواشی وحوالہ جات

(۱)....العنکبوت: ٦٩(٢)....ترمذی ٨٨٢(٣)....بیهقی ٢٧٧(٤)....البقرد: ٢٠٥

(٥)....شرح السنة للبغوی، کتاب الایمان، باب قول الله عزوجل یوم نقول لجهنم هل امتلأت: ١/

(٦)....البقرة:١٢٥ (٧)....آلِ عمران:٢١(٨)....الفاتحة (٩)....المنافقون:

٨(١٠)....المنافقون:٧ (١١)....المنافقون: ٧(١٢)....مشكاة المصابيح: ١٠٩٢

(١٣)....سنن النسائی، کتاب المحاربة، ح:٣٩٩٢، ط:دار السلام

☆☆☆